جلسہ صد سالہ جوبلی کی تیاریاں اور توکل علی اللہ

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۸/ مارچ ۱۹۸۳ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے فرمایا:

جماعت احمدیہ کے جلسہ سالانہ کی ضروریات سال بہ سال بڑھتی چلی جارہی ہیں اور شاید ہی کوئی سال ایسا آیا ہوگا کہ جب بعض حالات کی مجبوری کی وجہ سے گزشتہ جلسہ سالانہ کے مقابل پر کسی آنے والے جلسہ کی حاضری کم ہوئی ہو۔ اس عمومی تدریجی ترقی کے علاوہ بعض ایسے ادوار بھی آسکتے ہیں اور ہم ان ادوار کو خوش آمدید کہتے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے غیر معمولی ترقی عطا فرمائے اور جلسہ کے مہمانوں کی آمد ہماری توقع اور عام اندازوں کے مقابل پر بہت بڑھ جائے۔ خصوصاً جب آپ دنیا بھر میں دعوت الی اللہ کر رہے ہیں اور دنیا کے کونے کونے میں احمدی ایک نئے عزم اور ایک نئے ولولے کے ساتھ دعوت الی اللہ کے ایک نئے دور میں داخل ہو رہے ہیں تو پھر اپنے رب پر حسن ظنی کرنی چاہئے اور یہ یقین رکھنا چاہئے کہ اس دعوت میں برکت بھی ہوگی، ہماری کوششوں کو ہماری توقعات سے بڑھ کر میٹھے پھل لگیں گے اور بکثرت لوگ احمدیت یعنی حقیقی اسلام میں داخل ہوں گے۔ جب ہم اپنے رب پر یہ توقع اور حسن ظنی رکھ کر سفر کریں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ دنیا بھر کی مختلف قوموں میں سے بکثرت نئے لوگ جوق در جوق سلسلہ میں داخل ہونگے اور جب ہم ان

کو اپنے مرکز میں آنے اور جلسہ سالانہ میں شمولیت کی دعوت دیں گے تو گزشتہ سالوں کے مقابلہ میں لازماً ہمیں آئندہ بہت زیادہ مہمانوں کے لئے انتظام کرنا ہوگا۔

یہ تو وہ اندازے ہیں جو پھیلتی ہوئی دعوت کے نتیجے میں طبعی طور پر ذہن میں آتے ہیں لیکن ایک ایسا جلسہ سالانہ بھی آنے والا ہے جسے جوبلی کا جلسہ کہہ سکتے ہیں۔اس میں ان غیر متوقع اضافوں کے علاوہ بھی کچھ اضافے متوقع ہیں کیونکہ جوبلی کا سال ایک ایسا ولولے کا سال ہوگا کہ کوئی بعید نہیں اس جلسہ پر ایسے بیمار بھی چلے آئیں جن کو لوگ چارپائیوں پر اٹھا کر لا رہے ہوں اور کوئی بعید نہیں کہ بستر پر پڑے ہوئے ایسے دوست بھی جو بے قرار ہو کر اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں کو مجبور کر دیں کہ اگر تمہیں یہ خوف ہے کہ میرے سفر سے میری زندگی کو خطرہ لاحق ہے تو مجھے ربوہ پہنچ کر مرنے دو بجائے اس کے کہ میں یہاں اپنے گھر میں بستر پر جان دوں۔ایسے غیر معمولی ولولے اور جوش کے سالوں میں تو وہ لوگ بھی چلے آتے ہیں جو عام طور پر نہیں آتے یا نہیں آسکتے اس کے لئے ہم نے کیا تیاری کی ہے؟ یہ ہے وہ سوال جس کی طرف میں جماعت کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔

گزشتہ متعدد سالوں کا تجزیہ کرنے سے ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ دن بدن جماعتی قیام گاہوں کی بجائے انفرادی قیام گاہوں میں ٹھہرنے کا رجحان بڑھتا چلا جا رہا ہے اور یہ معاشرتی تبدیلیوں کا طبعی نتیجہ ہے۔مجھے یاد ہے قادیان کے زمانے میں بہت سے لوگ یہ پسند کیا کرتے تھے کہ وہ جلسہ سالانہ کے موقع پر جماعتی قیام گاہوں میں ٹھہریں بلکہ بہت سے احمدی جن کا عام رہن سہن کا معیار اس زمانے کے لحاظ سے بہت اونچا تھا وہ بھی پرالی اور کھوری کے اوپر لیٹ کر دیگر مہمانوں کے ساتھ اپنا وقت بسر کرنا زیادہ پسند کرتے تھے۔ذکر الٰہی کا بہت پیارا ماحول ہوا کرتا تھا۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے اصحاب دینی باتیں بیان کیا کرتے تھے۔ان کی راتیں ذکر الٰہی میں رچ بس جاتی تھیں اور وہ اس میں ایک غیر معمولی لذت پاتے تھے لیکن وہ ایک خاص ماحول تھا جو ان خاص دنوں کے ساتھ آہستہ آہستہ ماضی کا قصہ بن گیا۔پھر معاشرتی تبدیلیاں پیدا ہوئیں خاندانی یونٹ میں زیادہ کشش پیدا ہوگئی اور آرام طلبی زیادہ ہوگئی نتیجہ یہ نکلا کہ لوگ اس بات کو زیادہ پسند کرنے لگے کہ اپنے بیوی بچوں کے ساتھ رہیں اور اجتماعی قیام گاہوں میں نہ جائیں۔

اس رجحان کو تو اب ہم تبدیل نہیں کر سکتے سوائے اس کے کہ کوئی مجبوری درپیش ہو اور یہ

اعلان کرنا پڑے کہ خاندانی یونٹ کو توڑ کر جماعتی قیام گاہوں میں چلے آؤ لیکن یہ ایک استثنائی صورت ہے جو کسی وقت بھی پیدا ہو سکتی ہے اور پہلے بھی ایسا ہوتا رہا ہے مثلاً بارش کی وجہ سے ہمیں مجبوراً بعض اوقات یہ اعلان کرنا پڑا کہ جو خیمے خاندانوں کو الاٹ کئے گئے ہیں وہ اب ان کے لئے نہیں رہیں گے کیونکہ ان میں کم تعداد سما سکتی ہے اس لئے عورتیں الگ ہو جائیں اور مرد الگ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت نے فوراً تعاون کیا۔ بہر حال ایسے حالات میں اب بھی یہی ہو گا لیکن بالعموم اس رجحان کو اب ہم بدل نہیں سکتے۔

اس لئے جماعت کے وہ دوست جو انفرادی طور پر مہمان رکھنا چاہتے ہیں جیسا کہ وہ ہمیشہ سے بڑے شوق کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہمانوں کو اپنے ہاں ٹھہراتے رہے ہیں، ان کی ذمہ داری بڑھ جاتی ہے۔

وہ مہمان جن کو انفرادی طور پر گھروں میں ٹھہرایا جاتا ہے دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ جو ذاتی تعلقات کی بنا پر اپنے دوستوں یا عزیزوں کے ہاں ٹھہرتے ہیں۔ میں ان کی بات نہیں کر رہا میرے ذہن میں اس وقت وہ مہمان ہیں جن کے ساتھ بعض گھر والوں کے کسی قسم کے ذاتی مراسم نہیں ہوتے۔ بعض اوقات تو انہوں نے ان کا نام بھی نہیں سنا ہوتا لیکن وہ اپنے گھر کے بعض کمرے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہمانوں کی خاطر نظام کے سپرد کر دیتے ہیں تا کہ وہ دوست جو نازک طبع ہوتے ہیں اور جماعتی قیام گاہوں میں نہیں ٹھہر سکتے وہ ان کے گھروں میں ٹھہریں۔ بعض دفعہ غیر ملکی مہمانوں کے لئے ان کے معاشرے کے مطابق فلش سسٹم وغیرہ کی جدید سہولتیں مہیا کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ چنانچہ یہ تحریک کی گئی اور اب ربوہ میں بہت سے ایسے دوست ہیں جنہوں نے محض اس نیت سے اچھے غسل خانے بنوائے ہیں تا کہ جب سال بہ سال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مہمان یہاں تشریف لائیں تو وہ ان کو ایسے کمرے پیش کر سکیں جن کے ساتھ ان کی سہولت اور مزاج کے مطابق غسل خانے بھی ہوں۔

پس پرائیویٹ قیام گاہوں میں اجتماعی نظام کے تابع مہمان ٹھہرانے کی ضرورت کے پیش نظر بہت زیادہ بوجھ پڑنے والا ہے۔ اس کے دو ہی حل ہیں جو میرے ذہن میں آ رہے ہیں۔ اول یہ کہ جن لوگوں کے مکان ربوہ میں بن چکے ہیں ان کو یہ تحریک کی جائے کہ انہیں ضرورت ہو یا نہ ہو،

محض للہ اپنے گھروں میں ایسے کمروں کا اضافہ کریں جو خالصۃً جلسہ سالانہ کے مہمانوں کی خاطر ہوں اور جہاں تک ممکن ہو ان کے ساتھ غسل خانے وغیرہ بھی ایسے بنائیں کہ جہاں زیادہ سے زیادہ مہمان آسانی کے ساتھ اپنی ضروریات پوری کرسکیں۔ اگر اس نیت کے ساتھ ربوہ کے ہر گھر میں کچھ کمروں کا اضافہ ہو جائے تو اس سے ایک غیر معمولی سہولت مہیا ہو جائے گی۔

دوسری بات جو بہت ہی ضروری ہے وہ یہ ہے کہ ربوہ میں جو خالی پلاٹ پڑے ہوئے ہیں ان پر مکان تعمیر کئے جائیں۔ میں نے جب جائزہ لیا تو یہ معلوم کر کے مجھے بہت تعجب ہوا کہ ابھی تک پلاٹوں کی بہت بڑی تعداد خالی پڑی ہے۔ اگر ان کو آباد کیا جائے اور جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے ساتھ مزید کمرے بھی بن جائیں تو بہت محفوظ اور محتاط اندازے کے مطابق ہمارے مہمانوں کو موجودہ جگہ سے تین گنا زیادہ جگہ مہیا ہوسکتی ہے بلکہ شاید اس سے بھی بڑھ جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو آج مہمان بنے ہوئے ہیں ان میں بہت سے ایسے ہیں جن کے یہاں خالی پلاٹ موجود ہیں۔ وہ بجائے اپنا مکان بنا کر اس میں ٹھہرنے کے کسی اور کے گھر ٹھہرتے ہیں۔ اگر وہ اپنا مکان بنالیں تو اپنی ضرورت سے زائد کمرے دوسرے مہمانوں کے سپرد کر سکتے ہیں۔ اگر ہم بیرونی نئی آبادیوں کو شامل کرلیں تو ایک اور دو کی نسبت سے خالی پلاٹ پڑے ہوئے ہیں۔ ان نئے مکانوں میں زیادہ مہمان اس لئے سما سکیں گے کہ خالی پلاٹوں کے بہت سے مالک ایسے دوست ہیں جو باہر رہتے ہیں اور خود ہر سال جلسہ پر نہیں آسکتے اس لئے اگر وہ مکان بنائیں گے تو لازماً وہ جلسہ کے مہمانوں کے کام آئیں گے۔ ان سارے امور کو مدِ نظر رکھتے ہوئے میرا اندازہ ہے کہ انشاء اللہ مہمانوں کی تعداد تین گنا بڑھ سکتی ہے یعنی تین گنا بڑھی ہوئی تعداد کے لئے جگہ کی سہولتیں مہیا ہوسکتی ہیں۔

جہاں تک خالی پلاٹوں کے مالکان کے حقِ ملکیت کا تعلق ہے دراصل ان کا کوئی شرعی یا اخلاقی یا قانونی حق ان پلاٹوں پر باقی نہیں رہا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ان کو جماعت کی طرف سے پلاٹ دیئے گئے تھے تو اس معاہدے کے ساتھ دیئے گئے تھے کہ اگر تم چھ مہینے کے عرصے میں ان پر مکان تعمیر نہیں کرو گے، خواہ وہ چھوٹا سا ہی کیوں نہ ہو، تو تم اپنا حق ملکیت کھو بیٹھو گے اور جماعت کو یہ حق حاصل ہوگا کہ جس قیمت پر تم نے یہ پلاٹ خریدے ہیں وہ قیمت واپس دے کر یہی پلاٹ پھر کسی اور کو اس قیمت پر یا کسی اور قیمت پر دے دے۔

آج تک تو اس حق کو استعمال نہیں کیا گیا۔ نصیحت کی گئی اور سمجھایا گیا، مگر یہ ضرورت نہیں سمجھی گئی کہ اس حق کو استعمال کیا جائے لیکن جس تیزی کے ساتھ سلسلے کی ضروریات بڑھ رہی ہیں ان کے پیش نظر اب وہ وقت آ گیا ہے کہ جماعت مجبوراً اس حق کو استعمال کرے۔ کسی کا کوئی حق نہیں ہے کہ خالی جگہوں پر قبضہ کر کے بیٹھا رہے اور وہ کسی کام نہ آ رہی ہوں۔ ۱۹۴۹/۵۰ء میں جو جگہیں الاٹ کی گئی تھیں ان پر اب چونتیس سال گزر چکے ہیں۔ یہ عرصہ کوئی معمولی عرصہ تو نہیں ہے اس لئے اگر وہ مکان نہیں بنا سکتے تو جگہ چھوڑ دیں۔ ہماری اور بھی بہت سی ضروریات ہیں اور کچھ نہیں تو یہ جگہیں بیوت الحمد کے ہی کام آئیں گی۔ بہت سے غربا ہیں جو بیچارے مکانوں سے محروم ہیں ان کو یہ جگہیں الاٹ کر دی جائیں گی اور چونکہ سستی قیمت پر دی گئی تھیں اس لئے اب بھی سستی قیمت پر دی جا سکتی ہیں۔

پس جو دوست بھی ان جگہوں کے فرضی مالک بنے بیٹھے ہیں ان کو میں چھ مہینے دیتا ہوں۔ (فرضی مالک اس لئے کہ حقیقی مالک تو وہ رہے نہیں شرائط کے مطابق ان کا حق ملکیت ختم ہو چکا ہے) اس مدت کے اندر یا تو وہ مکان کی تعمیر شروع کرا دیں یا جماعت کے سامنے اپنی وجہ جواز پیش کر کے اجازت حاصل کریں کہ چھ مہینے کے اندر ہمارے لئے تعمیر شروع کرنا ممکن نہیں ہے اس لئے اگر ہمیں مزید اتنی مدت مل جائے تو ہم مکان بنانا شروع کر دیں گے۔ اگر وہ ان دونوں میں سے کوئی صورت بھی اختیار نہ کریں تو پھر ان کو اس فرضی ملکیت سے بھی ہاتھ دھونے پڑیں گے اور جماعت یہ ملکیت کسی ایسے شخص کو منتقل کر دے گی جو جلدی مکان بنانے کی ضمانت دے گا۔

جوبلی کے جلسہ میں اب صرف چند سال رہ گئے ہیں اور تعمیر کے کام ایسے ہیں جو وقت لیتے ہیں۔ اگر چھ مہینے میں صرف ایک دو کوٹھڑیاں ہی بنائی جائیں تو پھر انہوں نے مزید وسعت اختیار کرنی ہوتی ہے اس لئے چند سال لازماً تعمیر کے کاموں پر لگ جاتے ہیں۔ بہر حال ہمیں جلد از جلد تعمیر کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔

جہاں تک تعمیر کا تعلق ہے ایسے مالکان جن کو اس وقت زیادہ روپیہ خرچ کرنے کی توفیق نہیں ہے ان کی دو طرح سے مدد کی جا سکتی ہے۔ اول تو یہ کہ وہ اپنے مسائل جماعت کے سامنے پیش کریں اور مشورہ مانگیں کہ ان مسائل کو کس طرح حل کیا جا سکتا ہے؟ جہاں تک جماعت کے وسائل ہوئے اور توفیق ہوئی انشاءاللہ تعالیٰ ایسے معاملات میں جو واقعی اپنے اندر وجہ جواز رکھتے ہوں نرمی بھی

کی جائے گی اور راہنمائی بھی کی جائے گی اور جہاں تک ممکن ہوا مدد بھی کی جائے گی۔

دوسرا پہلو ہے سستے مکان تعمیر کرنے کے لئے انتظامات کرنا۔ اس سلسلے میں کچھ کام تو ایسے ہیں جو پہلے ہی شروع کئے جا چکے ہیں۔ کراچی میں ہمارے ایک احمدی انجینئر سید غلام مرتضیٰ شاہ صاحب ہیں انہوں نے مشرقی پاکستان میں ایسے سستے مکان بنانے کا ایک منصوبہ شروع کیا تھا جو سیمنٹ اور پکی اینٹوں کے بغیر تیار کئے جاتے ہیں لیکن ان کے اندر Staying Power یعنی باقی رہنے کی اتنی طاقت ہے کہ وہ مشرقی پاکستان کے سیلابوں کو بھی برداشت کر گئے اور وہاں کی بارشوں سے بھی متاثر نہ ہوئے حالانکہ ان میں سیمنٹ وغیرہ استعمال نہیں ہوا تھا۔ مکرم شاہ صاحب بہت معمر ہو چکے ہیں اور چلنا پھرنا بھی مشکل ہے مگر ذہن ماشاء اللہ بہت روشن ہے۔ وہ تکلیف اٹھا کر ملاقات کے لئے تشریف لائے ان سے تمام پہلوؤں پر گفتگو ہوئی۔ ان کا کہنا تھا کہ ان مکانوں پر دومنزلیں بھی بنائی گئی ہیں اور وہ ٹھیک ہیں۔ جہاں جہاں وہ مکان بنے ہیں آج تک موجود ہیں۔ ان کی تحقیق اور جائزہ کے لئے انجینئر مقرر کئے جا چکے ہیں۔ مکان بنانے کی یہ ٹیکنیک اگر مزید Develop کی جائے اور اسے مزید ترقی دی جائے تو اینٹوں کا خرچ نصف سے بھی کم بلکہ ایک تہائی رہ جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ایسے مکان گرمیوں میں بہت ٹھنڈے اور بہتر رہیں گے۔ اسی طرح یہ جائزہ بھی لیا جا رہا ہے کہ سستی چھتیں جو دیرپا بھی ہوں اور ہمارے ملک کے موسم گرما کے لحاظ سے ٹھنڈی رہنے والی بھی ہوں وہ کس طرح بنائی جا سکتی ہیں۔ چنانچہ ہمارے احمدی انجینئرز نے اس سلسلے میں بھی کام شروع کر دیا ہے۔

علاوہ ازیں بعض ایسی کمپنیاں بھی علم میں آئی ہیں جو بہت تیز رفتاری کے ساتھ وسیع پیمانے پر مکان بنا کر دیتی ہیں۔ اگر ان سے ٹھیکہ کیا جائے تو وہ آٹھ سو مربع فٹ کا مکان پچھتر سے اسی ہزار روپے میں بنا دیں گی اور عام غریبانہ ضروریات کے لئے پانچ سو مربع فٹ کا مکان بھی کافی ہو سکتا ہے۔ کمروں کی ساخت ایسی ہو کہ ایک کمرے میں سارا گھر سمٹ جائے اور جلسہ کے مہمانوں کے لئے ایک وسیع کمرہ بنایا جائے جس کے ساتھ غسل خانے وغیرہ کی سہولت بھی ہو۔ اوپر کا اندازہ ان ساری چیزوں کو شامل کر کے ہے۔ اس قسم کی ایک کمپنی سے بھی گفت وشنید کی جا رہی ہے۔ ایسے احمدی احباب جو اس سکیم میں شریک ہو کر اپنے مکان بنوانا چاہتے ہوں اگر وہ اپنے ارادے سے مطلع کر دیں

تو پھر بیوت الحمد کے مکانوں کے علاوہ انفرادی مکانات کی ایک بڑی تعداد ایسی مل جائے گی جس کے نتیجے میں بڑی کمپنیاں کام کو ہاتھ میں لینے پر آمادہ ہو سکتی ہیں۔

اس کے علاوہ میں احمدی انجینئرز کو دعوت عام دیتا ہوں کہ وہ جماعت احمدیہ کی خصوصی ضروریات اور ربوہ کے ماحول اور معاشرے اور اس کے مہمان نوازی کے تقاضوں کو مدِ نظر رکھ کر نسبتاً سستے، سادہ مگر مضبوط اور آرام دہ گھر تجویز کریں۔ اگر انہیں Experimental یعنی تجرباتی ضروریات کے لئے رقم اور پلاٹ کی ضرورت ہو تو جماعت وہ بھی مہیا کرنے کے لئے تیار ہے۔ یہاں ربوہ میں انشاء اللہ ان کو یہ سہولتیں دی جائیں گی وہ تجربۃً چھوٹا مکان بنا کر دکھائیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں جو ذہنی جلا عطا فرمائی ہے اس کو خدمت دین میں استعمال کریں۔

پس جہاں تک مکانات کا تعلق ہے، میں سمجھتا ہوں آئندہ چند مہینے میں ہم ذہنی طور پر اس بات کی تیاری کر لیں گے کہ کس قسم کے مکان بننے چاہئیں اور پھر یہ کہ سستے سے سستے مکان کس طریق پر بنائے جا سکتے ہیں اور جہاں تک اپنے Resources یعنی ذرائع آمد کو استعمال کر کے اور ان کو سمیٹ کر نئے مکانوں کے لئے سرمایہ مہیا کرنے کا تعلق ہے خالی پلاٹوں کے تمام مالکان ابھی سے ان باتوں پر غور شروع کر دیں اور جہاں تک ممکن ہو سرمایہ مہیا کرنے کی کوشش کریں کیونکہ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے جماعت کی ضروریات اب دوستوں کی ذاتی ضروریات کا انتظار نہیں کریں گی۔ سلسلہ کے کاموں کو بہر حال ترجیح دی جائے گی۔ ہر احمدی اس عہد میں داخل ہے کہ میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا اس لئے قانونی طور پر وہ حق بھی رکھتا ہو تو بھی سلسلہ کے مفاد کو ترجیح دے کیونکہ وہ سب کچھ سلسلہ کو دے چکا ہے اور جب بھی سلسلہ کا مفاد ہو سلسلہ یہ توقع رکھے گا کہ وہ اپنے ذاتی مفاد کو قربان کر دے۔ میں امید رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ اس روح کو ملحوظ رکھتے ہوئے کسی بدمزگی کے بغیر اللہ کے فضل سے سلسلہ کے کام جاری رہیں گے۔

دوسری بات میں یہ کہنی چاہتا ہوں کہ جب سے مذہب کا آغاز ہوا ہے اہل مذہب کی ایک ایسی تقدیر ہے جسے آپ کبھی بھی تبدیل ہوتا نہیں دیکھیں گے۔ میری مراد مذاہب کے آغاز سے بھی ہے اور مذاہب کے ان ادوار سے بھی کہ جب اللہ تعالیٰ نے احیاءِ نو کی خاطر ان میں نئے امام بھیجے۔ جب بھی یہ واقعات ہوئے ہیں اور جب بھی خدا کی طرف سے آنے والے نے آواز بلند کی ہے خواہ

وہ صاحب شریعت نبی تھا یا غیر شارع تابع نبی تھا، ایک واقعہ ایسا ہے جو ضرور رونما ہوا ہے اور وہ یہ کہ تمام دنیا نے ماننے والوں کو تباہ و برباد کرنے کی ہر کوشش کی ہے، تمام دنیا نے پورا زور لگایا ہے کہ الٰہی سلسلہ کو نیست و نابود کر دے اور اس ضمن میں جواز اور عدم جواز کی ساری بحثیں چھوڑ دی گئی ہیں بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ان سلسلوں کو مٹانے کے لئے جتنی بھی کوششیں کی گئی ہیں وہ ساری کی ساری ناجائز ہیں ایک بھی جائز کوشش نہیں کی گئی کیونکہ حق کو مٹانے کے لئے کوئی وجہ جواز ہے ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بلند ہونے والی آواز کو نیست و نابود کرنے کے لئے عقلاً کوئی جائز وجہ ہو ہی نہیں سکتی جبکہ وہ آواز صرف یہ کہہ رہی ہو کہ ہم نے اللہ کی طرف سے ایک منادی کی آواز کو سنا اور اٰمَنَّا کہہ دیا اور اب ہم تمہیں بھی اسی کی طرف بلاتے ہیں۔ یہ آواز اتنی معصوم اور اتنی بے ضرر ہے کہ اس کو مٹانے کے لئے کسی کے پاس کوئی جائز وجہ نہیں ہو سکتی اس لئے طبعی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جھوٹ اور فساد اور فتنے اور تمام ناجائز ہتھیاروں کو استعمال کر کے ان سلسلوں کو مٹانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

یہ ایک ایسی تقدیر ہے جو ایک طرف تمام الٰہی سلسلوں کو لاحق ہے اور دوسری طرف ان کی سچائی کا اعلان کر رہی ہوتی ہے اور تیسری طرف اس بات کی بھی ضمانت دیتی ہے کہ ان میں صرف سچے ہی داخل ہوں گے کیونکہ جھوٹوں کو یہ توفیق نہیں ہو سکتی کہ کسی بات کو قبول کرنے کے لئے ادنیٰ سی بھی قربانی کریں۔ بڑے مردمیدان کا کام ہوتا ہے کہ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھے اور پھر آگے قدم بڑھائے اس لئے وہ سلسلے جن کے اردگرد خدا کی تقدیر آگ کی ایک دیوار کھڑی کر دیتی ہے ان میں صرف وہی داخل ہونے کی جرأت کرتے ہیں جنہوں نے ابراہیمی صفات سے ورثہ پایا ہو۔ وہ ابراہیمی صفات اس بات کی بھی ضامن ہوا کرتی ہیں کہ اس آگ کو گلزار بنا دیا جائے۔

یہ ایک ایسی تقدیر ہے جو جماعت احمدیہ کے ساتھ بھی ایک اٹل تقدیر کے طور پر ہمیشہ جاری رہے گی۔ اس جماعت میں کمزوردلوں کا کام نہیں اس جماعت میں ان لوگوں کا کوئی کام نہیں جو اپنے رب پر توکل نہیں رکھتے اور جو خدا کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دینے کے لئے دل و جان سے آمادہ نہیں ہیں، اس جماعت میں تو صرف وہی لوگ آئیں گے اور وہی رہ سکتے ہیں کہ جنہوں نے داخل ہوتے وقت یہ فیصلہ کر لیا تھا یا تجدید بیعت کے وقت ذہنی طور پر ارادہ کر چکے تھے کہ ہم نے اپنی جانیں، اپنے اموال، اپنی عزتیں، اپنی آبرو اور اپنے عزیز ترین اقربا کو بھی اللہ کے ہاتھ پر بیچ دیا ہے اور اب

ہمارا کچھ بھی نہیں رہا۔ جو کچھ بظاہر ہمارا ہے یہ اس وقت تک ہمارا ہے جب تک خدا کی تقدیر اسے بخوشی ہمارے پاس رہنے دیتی ہے۔ جب خدا کی تقدیر کی یہ رضا ہوگی کہ یہ ہمارے پاس نہ رہے تو ہماری رضا بھی یہی ہوگی کہ یہ ہمارے پاس نہ رہے۔

یہی وہ لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۳﴾

(یونس: ۶۳)

جو لوگ سب کچھ پہلے ہی دے بیٹھے ہوں ان کو کوئی خوف ہو ہی نہیں سکتا۔ ہاں اگر نیت میں کھوٹ ہو اور انسان نے واقعتہً نہ دیا ہو بلکہ صرف زبانی طور پر منہ کی باتوں کے لحاظ سے دیا ہو تو ایسا انسان ہمیشہ ترساں ولرزاں رہتا ہے کہ کہیں واقعتہً یہ قربانی دینی نہ پڑ جائے لیکن جو پختہ ارادے کے ساتھ اپنے رب سے ایک سودا کرتے ہیں وہ لازماً خوف سے آزاد کئے جاتے ہیں اور ان کو توکل کے ایک اعلیٰ مقام پر کھڑا کر دیا جاتا ہے۔

چنانچہ اس کا سب سے دلکش اور حسین نظارہ دنیا نے جنگ بدر کے موقع پر دیکھا جب کفار مکہ کا ایک ایلچی مسلمانوں کے کیمپ کا جائزہ لینے کے لئے آیا تو اس نے واپس جا کر ایک رپورٹ پیش کی۔ اس نے کہا کہ میں وہاں کچھ لنگڑے دیکھ کر آیا ہوں، کچھ کمزور دیکھ کر آیا ہوں، کچھ بوڑھے دیکھ کر آیا ہوں، کچھ بچے دیکھ کر آیا ہوں، کچھ ایسے لوگ دیکھ کر آیا ہوں جن کا اوپر کا بدن ننگا ہے کچھ ایسے دیکھ کر آیا ہوں جن کے ہاتھ میں لکڑی کی تلواریں ہیں اور کچھ ایسے دیکھ کر آیا ہوں جن کے پاس ٹوٹے پھوٹے ہتھیار ہیں پھر ان کی تعداد بھی تمہارے مقابل پر بہت کم ہے یعنی صرف ۳۱۳۔ وہ باتیں کر رہا تھا اور سننے والے خوش ہو رہے تھے کہ یقینی فتح کی خوشخبری دی جا رہی ہے لیکن دیکھنے والے نے کچھ اور نتیجہ نکالا۔ اس نے کہا کہ میں یہ سب کچھ دیکھنے کے بعد تمہیں واپس جانے کا مشورہ دیتا ہوں، تمہارے مقدر میں یقیناً شکست لکھی گئی ہے۔ کفار مکہ کے سرداروں نے بڑے تعجب سے اس سے سوال کیا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تم باتیں کچھ اور کر رہے ہو اور نتیجہ کچھ اور نکال رہے ہو۔ اس نے کہا میں بالکل ٹھیک نتیجہ نکال رہا ہوں کیونکہ میں نے وہاں تین سو تیرہ (۳۱۳) زندہ نہیں دیکھے، تین سو تیرہ موتیں دیکھی ہیں جو تمہارے مقابل پر نکلی ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کے چہرے پر یہ عزم لکھا ہوا

تھا کہ میں مر کر واپس جا سکتا ہوں اس کے سوا میدان جنگ سے ٹلنے کا کوئی اور رستہ نہیں ۔ پس وہ لوگ جو موت کا ارادہ کر کے مر مٹنے والوں کی شکل میں نکلے ہوں ان کو دنیا میں کوئی ہلاک نہیں کر سکتا انسان کی تلوار ان کو ہلاک نہیں کر سکتی کیونکہ ان کے اپنے ضمیر کی آواز ان کو ختم کر چکی ہوتی ہے، ان کا اپنا اندرونی فیصلہ ان کو مار چکا ہوتا ہے اس لئے اس ایلچی نے کہا کہ تم ان موتوں پر فتح نہیں پا سکتے ، یہی موتیں تمہیں ہلاک کریں گی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس اندازہ لگانے والے کا اندازہ کتنا صحیح تھا اور وہ کتنا ذہین انسان تھا۔ (الطبقات الکبری جلد ۲ صفحہ ۱۶ باب غزوۃ البدر)

اور یہ وہ تقدیر ہے جو ہمیشہ سے جاری ہے اور اس کا لازمی نتیجہ وہ ہے جو ابھی میں نے بیان کیا ہے۔ جب بھی الٰہی جماعتیں اپنے پہلے عہد میں ہی اپنا سب کچھ خدا کے حضور پیش کر دیتی ہیں اور اپنا کچھ بھی نہیں رہنے دیتیں، ان کو کوئی طاقت شکست نہیں دے سکتی ۔ یہ وہ کنگال ہیں جن پر دنیا کے عظیم ترین اور متمول انسان بھی فتح نہیں پا سکتے ، یہ وہ نہتے ہیں جن پر دنیا کی سب سے زیادہ مسلح اور ہتھیار بند قومیں بھی فتح نہیں پا سکتیں کیونکہ ان کے مقدر میں شکست باقی نہیں رہتی اور اللہ تعالیٰ اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ شکست ان کے نصیب میں نہیں لکھی جائے گی۔

یہ تو ایک دنیا دار لیکن ذہین انسان کا فیصلہ تھا کہ ایسی قومیں جو پہلے ہی سب کچھ فدا کر کے نکلی ہوں کبھی شکست نہیں کھایا کرتیں جس طرح طارق نے کشتیاں جلائی تھیں تو دنیا کے مفکرین نے یہ سمجھا کہ کشتیاں جلانے کے نتیجے میں اسے فتح نصیب ہوئی تھی لیکن اہل اللہ کے لئے ایک اور تقدیر بھی کام کرتی ہے اور ان کے حق میں جاری ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت ان کو کبھی تنہا نہیں چھوڑتی ۔ وہ اس یقین کامل کے ساتھ زندہ رہتے ہیں کہ ہم سب کچھ اپنے خدا کو دے چکے ہیں اور ہمارا خدا بھی اپنا سب کچھ ہمیں دے چکا ہے۔ ہمارے اموال اب سانجھے ہو چکے ہیں ۔ جو کچھ ہمارا ہے وہ خدا کا ہو چکا ہے لیکن جو کچھ خدا کا ہے وہ بھی ہمارا ہو چکا ہے اور جس قوم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی قوت اور اس کے غلبہ کی تقدیر شامل ہو جائے اسے دنیا میں کون شکست دے سکتا ہے اس لئے اس یقین کامل کے ساتھ وہ قوم زندہ رہتی ہے اور یہ یقین ہمیشہ سچا نکلتا ہے۔ آدم سے لے کر حضرت محمد مصطفی ﷺ کے زمانے تک اور پھر اس زمانے میں اپنی تاریخ کا مطالعہ کر کے دیکھ لیں کس دن خدا نے اپنے ان کمزور بندوں کو اکیلا چھوڑا ہے؟ کس دن خدا نے اجازت دی ہے کہ دنیا والے ان نہتے درویشان الٰہی

کو شکست دیں؟ نہ پہلے کبھی ایسا ہوا، نہ آئندہ کبھی ایسا ہوگا۔

اس لئے میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اللہ کی نصرت اب بھی ضرور آئے گی۔ آپ دعاؤں سے کام لیں ہمارے ہتھیار دعائیں ہیں، ہمارے تمام اسباب کا شہتیر دعائیں ہیں، اسباب کے بالے دعاؤں کے شہتیر پر لٹکے ہوئے ہیں۔ اگر آپ دعاؤں سے غفلت نہیں کریں گے، اگر آپ کا توکل کامل ہوگا تو میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت ہمیشہ آپ کا ساتھ دے گی۔ یہ ایک اٹل تقدیر ہے جو لازماً آپ کے لئے ظاہر ہوگی اور پہلے بھی ہمیشہ ظاہر ہوتی رہی ہے۔ خدا ایک ایسا وفادار دوست ہے کہ دنیا میں اس جیسی وفادار ہستی کبھی کسی نے نہیں دیکھی۔ وہ ایک ایسا طاقتور دوست ہے کہ اس کے مقابل پر دنیا کی ساری طاقتیں ہیچ ہو جایا کرتی ہیں اور جس طرح سیلاب کے مقابل پر تنکے بہہ جاتے ہیں اسی طرح دنیا کی طاقتیں خدا کی طاقت کے مقابل پر بہہ جایا کرتی ہیں اور کوئی نشان باقی نہیں رہتا۔ کبھی وہ خاک بن کر اڑ جاتی ہیں، کبھی وہ اپنی ہی آگ میں بھسم ہو جایا کرتی ہیں۔ خدا کی ایک تقدیر میں ہزار تقدیریں ہیں جو اپنا کام کر دکھاتی ہیں اس لئے آپ ثابت قدم رہیں، آپ اپنے توکل کے مقام سے نہ ہٹیں، آپ اپنی دعاؤں میں انتہا کر دیں پھر دیکھیں کہ کس طرح میرے مولیٰ کی نصرت آپ کی مدد کے لئے دوڑی چلی آئے گی۔ چند دن صبر کر کے دیکھیں آپ لازماً یہ نظارہ دیکھیں گے کہ یہ جو آفات و مصائب کے بادل ہیں، جو خون برسانے کی دھمکیاں دے رہے ہیں انہی میں سے آپ کے لئے قطرات محبت ٹپکیں گے۔ ان جان لینے والوں میں جان فدا کرنے والے دوست پیدا ہوں گے۔ احمدیت کے غلبہ کی تقدیر ایک اٹل تقدیر ہے اس نے جاری و ساری رہنا ہے اور دنیا کی کوئی طاقت نہیں جو اس تقدیر کو بدل سکے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۷؍ جون ۱۹۸۳ء)